

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

انسانیت کی رہنمائی میں اسلام کا تاریخی کردار

عالم اسلام کے لئے یہ بات قابل شکر و مسرت ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی تعلیمات کا ایک مرکز باقاعدہ قائم ہو گیا ہے۔ اس مرکز کے بورڈ آف ٹرسٹیز کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ہیں۔ اور ہندوستان ہی کے ایک نوجوان اسکالر ڈاکٹر فرحان نظامی نے اس کا نقشہ عمل تیار کیا۔ اور اس کے قیام کے لئے جدوجہد کی۔ اور بڑی کاوشوں اور دشوار گزار منزلوں کو طے کر کے کامیابی کی منزل میں داخل ہو گئے۔ اس بات کی اہمیت وہ حضرات جانتے ہیں جن کے علم میں یہ حقیقت ہے کہ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں یہودیوں نے تو ہر جگہ اپنا مرکز کسی نہ کسی نام سے قائم کر رکھا ہے۔ کہیں اس کا نام "سامی زبانوں کا مرکز" ہے اور کہیں "ڈل ایسٹ سینیٹر ہے۔ اور انہی مراکز سے مشرقی اور عرب ممالک کے طلبہ اسلامیات اور عربی زبان و ادب میں ڈگریاں حاصل کرتے رہے۔ عرب ممالک کے یونیورسٹیوں کے بہتیرے وائس چانسلر، مینی آف فیکلٹی اور پروفیسر انہی مراکز کے فارغ التحصیل ہیں۔ جو یورپ اور امریکہ میں یہودیوں نے قائم کئے ہیں۔ لندن یونیورسٹی کا اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز بہت مشہور ہے۔ اس میں ایک شعبہ عربی زبان کا بھی ہے عربی زبان کے نعمت میں اسلامی تعلیمات کو بھی شمار کیا ہے۔ چنانچہ میرے علم میں متعدد اصحاب علم و دانش وہ ہیں جنہوں نے اس شعبہ کے ماتحت امام غزالی، امام ابن تیمیہ پر ریسرچ کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی پر بھی ہمارے ملک کے بعض اصحاب علم نے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ کیمبرج اور آکسفورڈ میں بھی مذہب کے تقابلی مطالعہ کے شعبہ اور عربی فارسی ڈیپارٹمنٹ سے حدیث و قرآن پر لوگ ریسرچ کر چکے ہیں۔

اڈنبرو کے پروفیسر رمانٹ گری وائٹ مشہور مصنف اور سیرت نبویؐ کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے ان طلبہ کے لئے جو قرآن کریم پر ریسرچ کرنا چاہیں ایک اسکالرشپ بھی منظور کر لیا تھا۔ بشرطیکہ ان کے ریسرچ کی اس مفروضہ پر ہو کہ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے۔ لیکن کسی یونیورسٹی میں ایسا سکول یا انسٹی ٹیوٹ نہیں تھا جہاں مسلم اسکالرس کی زیر نگرانی اسلامی تعلیمات پر ریسرچ کرایا جائے۔ یہ خصوصیت آکسفورڈ یونیورسٹی کے اس نوموود سنٹر کو حاصل ہوئی ہے۔ خوشنکی بات ہے کہ اس مرکز کی اہمیت کو عصر حاضر کے ممتاز علماء

ادربین الاقوامی سطح کی مشہور شخصیات نے سمجھا اور ابھی انگست کے آخر میں اس کے بورڈ کا دوسرا جلسہ انتظامی ہوا جس میں یہ سب شریک تھے۔ رابطہ عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ نصیف جوہرہ کی ملک عبدالعزیز یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہ چکے ہیں۔ جامعہ محمد بن سعود ریاض کے صدر ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ الحسن المدنی، ام درمان یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر کامل الباقر، ہندوستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر ضلیح نظامی ندوۃ العلماء کے ”یکتہ الادب“ کے صدر مولانا سید محمد رابع الحسنی ان کے علاوہ اس کے جلسوں میں آکسفورڈ کے مختلف کالجوں کے مستشرقین نے بھی شرکت کی۔ اس لحاظ سے یسٹر عالم اسلام کا ایک مشترک سرمایہ ہے۔

اس بورڈ کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی مدظلہ، چونکہ عالم اسلام سے قریبی واقفیت رکھتے ہیں ”رابطۃ الجامعات الاسلامیہ“ (یونین آف اسلامک یونیورسٹیز) کے بھی رکن ہیں۔ اور ان کے علم میں یہ بات ہے کہ یورپ و امریکہ کی ڈگریاں حاصل کرنے والے آج بھی بہترے عرب ممالک میں وزارت یا بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔ لہذا اگر ان کی ذہنی و علمی تربیت مسلمان اہل دانش کی سرپرستی میں ہوگی تو ان ممالک میں اسلامی اقدار کی حفاظت کا سامان ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا نے بستر علالت سے اٹھتے ہی اس طویل اکتا دینے والے سفر کی زحمت برداشت کی۔

اس سفر میں مولانا نے سینٹ کراس کالج میں اسی مرکز کے ماتحت ایک محاذ بھی دیا جو کویت کے ایک صاحب علم اور مخیر تاجر جناب عبداللہ العلی المطوع سے منسوب لیکچروں کے سلسلہ کی پہلی کڑی اور افتتاحی محضرہ تھا یہ تفصیلی نوٹ اور اس کا اردو ترجمہ معاصر رسالہ ”ذکر و فکر“ میں شائع ہوا۔ ہم رسالہ مذکور کے شکریہ کے ساتھ محضرہ ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔ (بہر شکر یہ تعمیر حیات)

نبوت محمدی کا انجاز
حضرات! اگر کوئی واحد ہستی ایسی ہے جس کے متعلق وثوق سے کہا جاسکے کہ اس نے حقیقتاً
اور انقلابی کارنامہ

بجائے تعقل اور آباؤ اجداد کے نقش قدم کی کورانہ پیروی کے بجائے عقل و بصیرت اور تفکر و تدبیر سے کام لینے کا عادی بنایا ہے۔
تو وہ ذات گرامی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے آپ تاریخ کے اس دورا ہے پر کھڑے نظر آتے ہیں جہاں سے عقل و استدلال
اور توہم پرستی کے راستے جدا ہوتے ہیں۔ آپ کی تعلیمات نے انسان کو عقل کی روشنی عطا کی۔ اور اس کی مبصرانہ صلاحیتوں کو جلا بخشی۔
اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی میں خالق کائنات نے نوح بشری کو
علم عطا کرنے کے احسان کا ذکر کیا ہے۔ اور اس قلم کو اس کو وسیلہ قرار دیا۔ جس سے علم کا تاریخی سفر وابستہ ہے اور جس سے

تصنیف و تعلیم کی عالم گیر تحریک جاری ہوئی۔ اور علم ایک فرد سے دوسرے فرد، ایک قوم سے دوسری قوم، ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ اور ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا۔ دنیا میں علم کی اشاعت اور انسانی ضرورت کے مطابق اس کی نمو کا فخر اسی کو حاصل ہے اور اس کی گردش و جنبش سے مدارس و جامعات اور علمی اداروں اور کتب خانوں کی دنیا آباد ہے۔

جہاں تک بشری قرائن و قیاسات کا تعلق ہے۔ اس بات کا کوئی تاریخی و عقلی قرینہ نہ تھا کہ پہلی وحی کے ذیل میں "قلم" کا ذکر بھی آسکتا ہے۔ کیونکہ یہ وحی ایک اُمّی انسان ایک ان پڑھ قوم کے درمیان اور ایک پسماندہ علاقہ میں نازل ہو رہی تھی۔ جہاں پارہ چوب جس کا نام "قلم" ہے۔ سب سے زیادہ نادر و نایاب شے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی لئے عربوں کا لقب ہی "امیتین" پڑ گیا تھا۔

هو الذي بعث في الامم رسولا منهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال مبين (المجمه)

وہی تو ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔ جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔ وراں حالیکہ یہ لوگ پہلے سے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

ایک غیر متوقع آغاز | غار حرا میں نبی امی پر پہلی وحی اترتی ہے۔ (جب کہ چھ سو سال کے طویل وقفہ کے بعد زمین کا آسمان سے بلکہ صحیح تر الفاظ میں آسمان کا زمین سے وحی و نبوت کے ذریعہ رابطہ قائم ہوا تھا) تو اس میں عبادت کا حکم اور اللہ کی معرفت اور اعانت وغیرہ کوئی ایسا بیجا بتول کے ترک کرنے یا جاہلیت اور اس کے عادات و اطوار پر نکیر جیسی کوئی سلبی بات نہیں کہی گئی۔ اگرچہ یہ سب باتیں اپنی جگہ پر اہم تھیں۔ اور اپنے اپنے موقع پر ان کی وضاحت و تبلیغ کی گئی۔ بلکہ کلمہ "اقراء" سے اس وحی کا آغاز ہوا۔

اقراء باسم ربك الذي خلقه خلق الانسان من علقه اقراء وربك الاكرم الذي

علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم (العلق)

آپ پڑھئے اپنے پروردگار کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا کیا ہے جس نے انسان کو خون کے ٹوٹھڑے سے پیدا کیا ہے۔ آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی جس نے انسان کو ان چیزوں سے تعلیم دی جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔

اس طرح یہ تاریخی واقعہ ظہور پذیر ہوا جس نے مورخین و مفکرین کے غور و فکر کے لئے نئے اور وسیع آفاق مہیا کئے۔ اور یہ اس حقیقت کا بلیغ اور واضح اشارہ تھا کہ اس نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ انسانیت اور مذاہب کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہو گا جو وسیع و عمیق معنوں میں قرأت (خواندگی) اور پڑھنے لکھنے کا وسیع و ترقی یافتہ دور اور علم کی حکمرانی کا عہد زریں ہو گا۔ اور علم و دین دونوں مل کر نئی انسانیت کی تشکیل کریں گے۔

انفس و آفاق اور اقوام و ملل کے ماضی پر غور و فکر کی دعوت اور اس کے فائدے | قرآن علم کے مختلف ذرائع کے

تذکرہ کے ساتھ ان اشیاء کی جانب توجہ دلاتا ہے جن کا مطالعہ حصول علم کے لئے کیا جانا چاہئے اس سلسلہ میں اس نے النفس و آفاق اور گذشتہ اقوام کے احوال جنہیں قرآن نے "ابام اللہ"، "اور سنۃ اللہ" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور آج جسے تاریخ کہتے ہیں) کی جانب توجہ دلاتی ہے۔ تاکہ انسان ان پر غور و خوض کر کے مفید نتائج برآمد کر سکے۔ اور بڑے قیمتی اور دور رس، پرانہ امکان اور انسانی مستقبل پر گہرائی سے اثر انداز ہونے والے نتائج تک پہنچ سکے۔

علامہ اقبال عقل انسانی اور علم کے وسائل و مصائد کی اسلام کے ذریعہ وسعت و نتیجہ خیزی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مشہور خطبات میں لکھتے ہیں

"لیکن مشاہدات باطن صرف ایک ذریعہ ہیں علم انسانی کا۔ قرآن پاک کے نزدیک اس کے دوسرے چشمے اور ہیں۔ ایک عالم فطرت۔ دوسرا عالم تاریخ۔ جن سے استفادہ کرنے میں عالم اسلام کی بہترین روح کا اظہار ہوا ہے۔ قرآن پاک کے نزدیک یہ شمس و قمر، یہ سالوں کا امتداد، یہ اختلاف و دلیل و نہار، یہ رنگ و زبان کا فرق اور یہ قوموں کی زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے دنوں کی آمد و شد۔ حاصل کلام یہ کہ یہ سارا عالم فطرت جیسا کہ بذریعہ حواس ہمیں اس کا ادراک ہوتا ہے۔ حقیقت مطلقہ کی آیات ہیں اور اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان میں غور و تفکر سے کام لے۔ یہ نہیں کہ بہروں اور اندھوں کی طرح ان سے اعراض کرے۔ کیونکہ جو کوئی اس زندگی میں اندھوں کی طرح ان آیات سے اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے وہ آگے چل کر بھی اندھا ہی رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ محسوس اور محسوس حقائق پر بار بار توجہ کی اس دعوت کے ساتھ ساتھ جس کی قرآن مجید نے تعلیم دی، جب مسلمان رفتہ رفتہ اس حقیقت کو پاگئے کہ کائنات میں روانی اور حرکت ہے وہ تنہا ہی ہے اور اضافہ پذیر۔ تو انجام کار یونانی فلسفہ کی مخالفت پر جس کا اپنی جہات فہمی کی ابتداء میں انہوں نے بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیا تھا، اندر آئے شروع شروع میں تو انہیں اس امر کا احساس نہیں ہوا کہ قرآن مجید کی روح فلسفہ یونانی کے منافی ہے۔ اور اس لئے حکمت یونان پر اعتقاد کرتے ہوئے انہوں نے قرآن پاک کا مطالعہ بھی فکر یونانی ہی کی روشنی میں کیا۔ لیکن قرآن مجید کا زور چونکہ محسوس اور محسوس حقائق پر ہے اور حکمت یونان کا حقائق کے بجائے نظریات پر۔ لہذا ظاہر ہے کہ یہ کوششیں ایک نہ ایک دن ضرور ناکام رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ اسی کوشش کی ناکامی تھی جس کے بعد اسلامی تہذیب و ثقافت کی حقیقی روح برسر کار آئی۔ حتیٰ کہ تہذیب جدید کے بعض اہم پہلوؤں کو دیکھتے تو ان کا ظہور بھی اسی کامرہوں منت ہے۔"

Reconstruction of Religious Thought in Islam.

۱۱

تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ۱۹۶۱ء - ۱۹۵۸ء

وہ مزید لکھتے ہیں :-

”قرآن پاک نے تاریخ کو ”ایام اللہ“ سے تعبیر کیا اور اسے علم کا ایک سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔ اس کی ایک اور بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اقوام اور اہم کام کا محاسبہ انفرادی واجتماعی دونوں لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ انہیں اپنی بد اعمالی کی سزا اس دنیا میں بھی ملتی ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جس کے ثبوت میں اس نے بار بار تاریخ سے استناد کیا۔“

علاوہ ازیں قارئین کو توجہ دلائی کہ نور انسانیت کے گزشتہ اور موجودہ احوال و مشنوں کے مطالعہ میں غور و فکر سے کام لیں۔

ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومك من المظلمات الى النور و ذکرهم بایام اللہ ان فی

ذلك لآیات لكل عباد يشكروا (ابراہیم)

اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ۔ اور ان کو کو خدا کے دن یاد دلاؤ۔ اس میں ان لوگوں کے لئے جو صابروں کے ہیں۔ (قدرت خدا کی نشانیاں ہیں۔

و من خلقنا امة یسجدون بالحق و به یعدلون۔ والذین کذبوا بآیاتنا سنستدرجهم

من حیث لا یعلمون۔ (الاعراف ۱۸۱-۱۸۲)

اور ہماری مخلوق میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج اس طریق سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہوگا۔

قد خلت من قبکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین (آل عمران)

تم لوگوں سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں۔ اور تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو۔ کہ جھٹلانے والوں کا

کیا انجام ہوا۔

و قلک الیامرئدا و لہما بین الناس (آل عمران)

اور یہ دن ہیں کہ ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

ولکل امة اجلۃ فاذا جاء اجلہم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون۔ (الاعراف)

اور ہر قوم کے لئے موت کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی۔

علمی منشور اکائیوں میں وحدت و ربط را علم کے صحیح مقصد کی طرف رہنمائی اور اسے مثبت تعمیری و مفید اور ذریعہ یقین بنانے

کے سلسلہ میں بعثت محمدی اور دعوت اسلامی کے رول کی اس سے زیادہ اہمیت اور قدر و قیمت ہے۔ جو اس نے علمی تحریک

کی فعالیت و وسعت کے سلسلہ میں ادا کیا ہے۔

علم کی کوٹیاں بھری ہوئی بلکہ بسا اوقات متضاد تھیں۔ علم طبیعیات و حکمت دین سے برسرِ پیکار تھے جتنی کہ ریاضی و طب جیسے معصوم علم کے ماہرین بھی بعض اوقات سلبی و الحادی نتیجے نکالتے تھے چنانچہ یونان کے علما جہنوں نے صدیوں تک فلسفہ و ریاضیات میں اپنا امتیاز قائم رکھا تھا۔ یا تو مشترک تھے یا ملحد تھے۔ اور یونان کے علوم اور مدارس فکر دین کے لئے خطرہ اور تلخ دین کے لئے سزا اور نمونہ بنے ہوئے تھے۔ اس صورت حال میں یہ اسلام کا بڑا احسان تھا کہ اس نے ایسی وحدت قائم کی جو تمام علمی اکائیوں کو مربوط کر دیتی تھی اور اس کے لئے ایسا کرنا اس لئے آسان ہوا کہ اس کا علمی سفر صحیح نقطہ آغاز سے آغاز ہوا تھا۔ اس لئے اسے اللہ پر ایمان، اس سے مدد طلبی اور اس پر اعتماد کے ذریعہ اور اقرارِ باہم ربک الذی خلق کی تعمیل میں شروع کیا تھا۔ اور آغاز کی صحت اکثر اوقات انجام کی صحت و خیریت کی ضمانت ہو جاتی ہے۔ اسلام نے قرآن و ایمان کے فیض و فضل سے ایسی وحدت کا انکشاف کیا جو تمام وحدتوں کو مربوط کر دیتی ہے اور وہ وحدت اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت ہے جس کے بارہ میں اللہ نے اپنے مومن بندوں کی تعریف کی ہے۔

وَتَفَكَّرْ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ

النَّارِ۔ (الاعراف ۱۹)

اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ (سب) لایعنی نہیں پیدا کیا ہے۔ تو پاک ہے۔ سو محفوظ رکھ ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔

زمانہ ماضی میں کائناتی وحدتیں (یعنی اس کے مظاہر اور حوادث و تغیرات) انسان کو متضاد نظر آتے اور اسے حیرت و اضطراب میں ڈالتے تھے۔ اور کبھی کفر و الحاد اور خالق عالم اور مدبر کائنات کے اوپر طعن و اعتراض تک پہنچا دیتے تھے۔ اسے دیکھتے ہوئے ایمان و قرآن پر مبنی اسلامی علم نے دنیا کو ایسی وحدت عطا کی جو کائناتی وحدتوں کو جمع کرتی ہے اور وہ اللہ کا غالب ارادہ اور اس کی حکمت کا ملہ ہے۔

ایک بڑے جرمن عالم ہیرالڈ ہوفٹنگ اس وحدت کی دریافت اور انسانی زندگی اور علم و اخلاق کے تاریخی سفر میں اس کے مؤثر کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”ہر مذہب کا ایمان توحید پر ہے جس کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے کی علت وجود ایک ہی ہے (اس فکر سے لازمی طور پر پیش آنے والی مشکلات سے قطع نظر ایمان و اعتقاد فطرتِ انسانی پر بڑا مفید اور اہم اثر مرتب کرتا ہے۔ اور اس کے ماننے والوں کے لئے یہ عقیدہ رکھنا آسان ہو جاتا ہے کہ بعض اختلافات و تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے) عالم کی تمام چیزیں ایک وحدت میں منسلک ہیں۔ کیونکہ علت کی وحدت، قانون کی وحدت کا بھی تقاضا کرتی ہے۔

ازمنہ وسطیٰ کے دینی فلسفہ نے کثرت میں وحدت کا تصور لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا دیا۔ جس سے

غیر مہذب انسان طبعی مظاہر کی کثرت کے سبب اس سے غافل تھا۔ اور اس کثرت کے مشاہدہ میں اس لئے غلطیاں مہیچاں رہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ان میں ربط ذاتی پیدا کرنے کا کوئی سرشتہ نہ تھا۔

مغرب کی بیداری اور علم و تہذیب کے رابرٹ بریفلٹ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔
نئے دور کے آغاز میں اسلام کا حصہ یورپ کی ترقی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس پر اسلامی تمدن کا

احسان اور اس کے نمایاں آثار کی گہری چھاپ نہ ہو۔

وہ آگے چل کر لکھتا ہے :-

”صرف طبعی علوم ہی (جن میں عربوں کا احسان مسلم ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم الشان اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں اور اس کی ابتداء اسی وقت سے ہو جاتی ہے جب اسلامی تہذیب و تمدن کی پہلی کرنیں یورپ پر پڑنی شروع ہوئیں۔“
اکثر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ فکر یونان کے احبار کا نتیجہ تھی۔ مشہور مورخ ایس جی ولس نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے کہ موجودہ دنیا کو قوت اور علم کی روشنی یونان سے ہی ملی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

”جس علم کی ابتداء کرنے کے بعد اسے یونانیوں نے غیر باد کہہ دیا تھا اسے ایک نئے زاویہ اور نئے جوش و خروش کے ساتھ عربی ذہن نے نظم و ترتیب کے ساتھ اپنا موضوع بنالیا۔ اگر یونانی حقیقت کے سائنسی طریقہ انکشاف کے باپ تھے تو عرب اس کے مربی تھے جنہوں نے انتہائی صاف گوئی آسمان اور سہل تشریحات باقاعدہ اور چھپے تیلے الفاظ اور جامع تنقید سے اسے سنوارا تھا۔ یہ صرف عرب تھے نہ کہ لاطینی جن سے جدید دنیا کو علم اور قوت کا تحفہ حاصل ہوا ہے۔“

قدیم دنیا میں مسلمانوں کا علمی تفوق، اور میں اپنے مطالعہ کی روشنی میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ مسلمانوں نے صرف مفید اور کسبِ فی علم میں ان کی قیادت عظیم الشان اور وسیع سلطنتوں کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ ایک زمانہ میں وہ دنیا کی تمام اقوام پر علم و فضل میں بھی فائق تھے۔ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو حصولِ علم کے شوق، اس کی بے لوث خدمت اور مختلف علوم میں بیش بہا تصنیفات کے لئے ممتاز رہے ہیں۔ قرنِ اول کے ائمہ، محدثین اور فقہاء و مجتہدین سے قطع نظر (جن کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی) مسلمانوں نے دینی اور دنیاوی علوم میں ایسے مفکرین اور مصنفین پیدا کئے جس کا مقابلہ دوسری قوموں کے بڑے سے بڑے عالم سے کیا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے تحصیلِ علم کا دائرہ صرف مذہبی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ اور مذاہب کے تقابلی مطالعہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ انہوں نے جغرافیہ، طبیعیات، نباتات، ہندسہ، طب، کیمیا، فلسفہ، تاریخ و مذاہب و تہذیب جیسے علوم کی خدمت بھی کی۔ ان کے اکثر علماء نے صدیوں تک علوم و فنون میں دنیا کی رہنمائی کی ہے۔ اور کبھی نہ مٹنے

والے نقوش چھوڑے ہیں۔

یہاں صرف چند علماء کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کیونکہ کسی طویل تعارف کے لئے کئی جلدیں درکار ہوں گی۔

مسلمان موجدین فن اور ماہرین علوم | الخوارزمی (م ۸۵۰/۳۳۶) نے سب سے پہلے عالمی جغرافیہ پر کتاب لکھی اور پھر محمد بن محمد الادریسی (م ۱۱۵۳/۵۶۰) نے "الممالک والمساک" میں عالم اسلام کے تجارتی راستوں کو نقشہ جات کے ساتھ درج کیا۔ ابن الہیثم (م ۱۰۳۹/۴۳۱) نے تقریباً دو سو کتابیں تصنیف کیں جن میں ۴۷ علم ہندسہ اور ۵۸ انجینئرنگ کے موضوع پر تھیں۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے اسوان ڈیم کی تجویز پیش کی۔ اور علم بصارت میں مفید انکشافات کئے۔ اس نے اپنی کتاب المناظرین بصری ادراک کے سلسلہ میں یہ نظریہ پیش کیا کہ کسی شے کی بصارت اس سے ٹکرا کر دایس آنے والی شعاعوں پر منحصر ہے محمد بن موسیٰ الخوارزمی (م ۸۵۰/۲۳۶) نے علم ہندسہ میں ایک سے نو تک اعداد کے بعد صفر کا اضافہ کیا۔ اور سب سے پہلے اعداد کی حیثیت کا تعین کیا۔ الخوارزمی نے ہی الجبر (الجبر) ایجاد کیا۔

البتانی (م ۹۲۹/۳۱۷) جسے مغرب البیہگنی اور الباطنیوس کے نام سے یاد کرتا ہے۔ عظیم عرب ماہر فلکیات تھا جس نے کہن کی کچی کا بالکل صحیح اندازہ لگایا۔ شمسی سال کی مدت، موسموں کی تبدیلی اور سورج کے اوسط مدار کا پتہ چلایا۔ اور بطلمیوس کے اس نظریہ کی تردید کی کہ سورج کا مدار غیر متحرک ہے۔

ابو جبر محمد الرازی (م ۹۳۲/۲۱۱) جسے مغرب نے ریزنہ کا نام دے رکھا ہے۔ تہذیب و علمی کا سب سے بڑا طبیب ہونے کے ساتھ عظیم فلسفی اور ماہر کیمیا بھی تھا۔ اس نے اپنی معرکہ الآراء تصنیف الحادوی میں یونانی، مصری، قدیم عرب اور ہندوستانی طب کا جائزہ پیش کیا۔

ابن البیطار (م ۱۲۴۸/۶۴۶) اپنے زمانہ میں عظیم ترین ماہر ادویات تھا۔ اس نے اپنی دو مشہور تصانیف "المغنی فی الادویہ" اور "الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ" میں مختلف بیماریوں کے علامات بیان کئے ہیں۔ اور صرف تہجی کے اعتبار سے تقریباً چودہ سو حیوانات، نباتات اور معدنیات کا تفصیلی تذکرہ خود اپنے یا دوسرے ۵۰ ماہرین کے مشاہدات کی بنا پر پیش کیا ہے۔

بوعلی سینا (م ۱۰۳۷/۴۲۸) جسے مغربی دنیا آکوی سینا کے نام سے جانتی ہے۔ نے فلسفہ کے موضوع پر القانون فی الطب اور نفسیات کے موضوع پر احوال النفس تصنیف کی۔ اب تک اس کی ۲۳۱ تصنیفات کا انکشاف ہو چکا ہے اور ۱۱۰ دوسری کتابوں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسی کی لکھی ہوئی ہیں۔ طب میں اس کی مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے اس کی کتاب منظر عام پر آنے کے بعد تقریباً پانچ سو برسوں تک یعنی سترھویں صدی کے اختتام تک اپنے موضوع پر سب سے مستند کتاب سمجھی جاتی تھی۔ علم کے ان درخشندہ ستاروں میں ابن خلدون (م ۱۴۰۶/۸۰۸) بھی شامل ہے جو دنیا کا سب سے پہلا ماہر سماجیات ہے اور جس نے انسانی سماج کو رخ دینے والے قوانین تلاش کرنے کی توجہ دلائی اور مغرب کے

فلسفی کا مٹی سے ۵۰ سال پہلے سماجی علوم کی جانب توجہ مبذول کرائی۔ دنیا کے علم و فن ابوریحان البیرونی (م ۱۰۵۱/۴۲۳) کی سعی بھی مشکور ہے۔ جسے طبیعیات، مابعد الطبیعیات، علم الادویہ، کیمیا، جغرافیہ اور تاریخ پر یکساں مہارت حاصل تھی اس نے اور دوسرے مسلمان سائنس دان مثلاً ابن الہثیم نے موجودہ سائنسی تحقیقات کی بنیاد ڈالی تھی۔

علم کی تاریخ کا سب سے بڑا مغالطہ | اس مقالہ کے اختتام سے پہلے میں آپ کی توجہ اس بنیادی حقیقت کی جانب مبذول اور تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا اعلیٰہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے۔ انسان اپنی ذات سے علم کا نہ تو مرجع ہے اور نہ مصدر۔ وہ صرف اللہ کی مرضی کو پورا کرنے والا نائب یا نمائندہ ہے۔ قرآن مجید نے حضرت آدمؑ کو تعلیم اسماء (جو علم کی بنیاد ہے) کا ذکر ان کے زمین میں خلافت الہی کے منصب پر مقرر ہونے کے تذکرہ کے بعد اور اسی سیاق و سباق میں کیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے علم کا استعمال خلیفہ اللہ کی حیثیت سے کرنے پر مامور تھے علم کی تاریخ بلکہ تاریخ عالم کا یہ بہت بڑا اعلیٰہ تھا۔ جو ان کے فراموش کر دیا۔ کہ وہ خالق کائنات کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اسے اس دنیا کی امانت سپرد کی گئی تھی۔ مالک اور آقا بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔ کہ وہ زمین کے اوپر اور اس کے اندر پائے جانے والے فزانون کو اپنے ذاتی، قومی، نسلی اور طبقاتی مفاد کے لئے یا برتری سیاسی حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے۔ انسانیت کی تاریخ اور علم کے لئے وہ منحوس ترین دن تھا۔ جب اس نے تباہی کے اس راستہ کا انتخاب کیا۔ صرف یہ احساس کہ انسان اس دنیا کا مالک ہونے کے بجائے خدا کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اسے صراطِ مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس حقیقت کا عرفان ہی اسے من مانی کا رروائی کرنے میں مانع ہو سکتا ہے۔

علم کا اس کے مالک سے رشتہ منقطع ہونا واقعہ بہت بڑا فتنہ ہے انسان نے علم تو حاصل کر لیا لیکن اس کے ذہن نے علم کے خالق کو فراموش کر دیا۔ آج دنیا تباہی کے دہانہ پر کھڑی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے سیاستدانوں اور عالموں اور ان تمام لوگوں سے مندرت کے ساتھ جو مغرب کی تہذیب پر نازاں ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ انسان کا اپنے آپ کو خود مختار اور اس دنیا کا حقیقی مالک سمجھ لینا ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ انسان جب اپنی ابتدا کو بھول گیا تو اسے اپنی حیات کا مقصد اور انتہا بھی فراموش ہو گئے۔ میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ انسان اس وقت تک اس دنیا کے حالات کو سدھارنے میں ناکام رہے گا جب تک وہ یہ تسلیم نہ کرے گا کہ وہ صرف ایک مخلوق ہے جسے اپنے خالق کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی بھی کرنی ہے۔ اسے یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ اسے جتنا بھی علم حاصل ہوا ہے وہ اس کے ایک سرے پر کھڑا ہے اور دوسرے پر علم کا خالق۔ اس کا آقا اور مالک موجود ہے۔ اگر یہ رشتہ منقطع ہو گیا تو انسان اپنی تخلیق کا مقصد بھی فراموش کر دے گا۔ اور ہماری دنیا ایک میدانِ جنگ اور انسانیت کے ایک ایسے مذبح میں تبدیل ہو جائے گی جہاں غلامی کی بے شمار اقسام، بے انصافیوں اور انسانیت کی تذلیل کا دور دورہ ہو گا۔